جھوٹ سے کلیۃً پرہیز توحید کامل سے تعلق جوڑنے کے مترادف ہے۔

جھوٹ سے بچیں اور دنیا کو بچائیں اسی میں ہماری نجات ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۷/ اگست ۱۹۹۲ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کی۔

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ﴿٧٢﴾ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا (الفرقان: ۷۲ تا ۷۳)

پھر فرمایا:۔

چند خطبات پہلے تبتل الی اللہ کا مضمون بیان ہو رہا تھا اور میں نے بیان کیا تھا کہ تبتل الی اللہ کا توحید سے بہت گہرا تعلق ہے۔ انسان اس وقت تک مؤحد نہیں ہو سکتا۔ حقیقت میں ایک خدا کا عبادت کرنے والا نہیں کہلا سکتا جب تک پہلے لا الہ کا مضمون سمجھ کر ہر جھوٹے خدا کا انکار نہ کر دے۔ پھر اس پر خدا کی وحدت کا رنگ جمتا ہے اس کے بغیر محض فرضی طور پر انسان مؤحد کہلاتا ہے حقیقت میں توحید کے فلسفہ اور اس کی روح سے لا بلد رہتا ہے۔

چونکہ یہ ایسا مضمون ہے جس کا روزمرّہ کی زندگی میں ہر انسان کا گہرا تعلق ہے محض فلسفیانہ بیان کافی نہیں ہے کیونکہ مختلف قسم کے انسان ہیں۔ ایک بات ایک ذہین اور تعلیم یافتہ انسان کو سمجھ آجاتی ہے، ایک عام آدمی کو سمجھ نہیں آسکتی۔ اس لئے جہاں تک معارف قرآن کا تعلق ہے ان کا لطف

اٹھانے کیلئے بھی کچھ مزاج کی پاکیزگی اور لطافت ہونی ضروری ہے لیکن اُن پر عمل کرنے کیلئے بہت زیادہ گہری لطافت اور گہری سوچ کی ضرورت ہے۔ جسے عام طور پر عوام الناس نہیں سمجھ سکتے یا اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ صلاحیتیں عطا نہیں ہوتیں کہ اُن باریک باتوں کو سمجھ سکیں مگر قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جو ہر چھوٹے بڑے کے لئے ہے۔ اس میں نہایت لطیف مضامین بھی ہیں جو نہایت اعلیٰ درجے کی سوچ اور فہم کا تقاضا کرتے ہیں اور سادہ اور کھلے کھلے مضامین بھی ہیں اسی لئے اس کتاب کو چھپی ہوئی کتاب بھی فرمایا گیا اور کھلی کھلی کتاب بھی فرمایا گیا۔ یہی حال حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی خوبیوں کا ہے۔ ایک عام بالکل سادہ ان پڑھ انسان دنیا کے کسی بھی خطے سے تعلق رکھتا ہو وہ آپؐ کی خوبیوں سے اس حد تک آگاہ ہو جاتا ہے کہ بے اختیار اس کا دل آپؐ کی محبت میں اچھلنے لگتا ہے لیکن یہ کہنا کہ میں نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کے حسن کو پالیا ہے اور پورے عرفان کے ساتھ میں آپؐ پر عاشق ہوا ہوں یہ بہت بڑی بڑ ہے سوائے اس کے کہ اللہ کسی کو واقعۃً نور عطا فرمائے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن آنکھوں سے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا ان آنکھوں کو نور عطا کیا گیا تھا جو حضور اکرم ﷺ کے نور کی نہایت اعلیٰ پاکیزہ لطافتوں کو شناخت کرسکتا تھا اس لئے قرآن کی طرح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ایک کھلی کھلی کتاب بھی ہیں اور ایک چھپی ہوئی کتاب بھی ہیں۔ تو جب توحید کا مضمون بیان ہو تو اس کے پیچ در پیچ باریک معارف کا بیان بھی ضروری ہے اور ایسی کھلی باتیں بھی بتانی ضروری ہیں جو ہر سطح کے انسان کی سمجھ میں آسکیں اور وہ اس کے مضامین سے استفادہ کرسکے۔

پس میں نے یہ آج کے خطبہ کے لئے جو موضوع چنا ہے کہ کون کون سی چیزیں جن سے تبتل اختیار کیا جاتا ہے اور توحید کی طرف سفر کے لئے کن کن چیزوں کا چھوڑنا ضروری ہے۔ **ان میں سب سے پہلے جھوٹ ہے۔ تمام برائیوں کی جڑ سب سے بڑا وہ گناہ جو قرآن کریم کے نزدیک شرک کا درجہ رکھتا ہے اور جسے نجاست قرار دیا گیا ہے اور یہ ایسا گناہ ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ پایا جاتا ہے اور ایک ایسا گناہ ہے جس کو سچے بھی لاعلمی میں اختیار کر جاتے ہیں اور جس سے بچنے کیلئے بہت باریک در باریک راہ سے نیچے اترنا پڑتا ہے۔** پس اس مضمون کو سمجھانے کیلئے میں آج انشاء اللہ تعالیٰ پوری کوشش کروں گا اور اگر آج یہ مضمون ختم نہ ہوا تو اگلے خطبے میں اسی کو جاری رکھا جائے گا۔

قرآن کریم مومن کی شان یہ بیان فرماتا ہے۔ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا جو شخص توبہ کرے اور نیک اعمال اختیار کرے، نیک عمل کرے فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا اور توبہ کرتے ہوئے اللہ کی طرف تیزی سے جھکتا ہے۔ یہ مضمون جو تبتل کا مضمون ہے لیکن دوسرے لفظوں میں بیان ہوا ہے۔ تبتل الی اللّٰہ کا مطلب ہے اللہ کے غیر کو چھوڑو اور خدا کی طرف دوڑو اور يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا بالکل وہی معنی ہے صرف دوسرے الفاظ میں موقع اور محل کے مطابق اس مضمون کو بیان فرمایا گیا اور اس کی تشریح اگلی آیت میں ہے۔ اللہ کی طرف توبہ کرتے ہوئے تیزی سے جھکنا کس کو کہتے ہیں؟ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ یہ ان لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جو جھوٹ کو دیکھتے بھی نہیں يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ کا ایک مطلب ہے جھوٹی گواہی نہیں دیتے، ایک یہ ہے کہ اس پر نگاہ تک نہیں ڈالتے۔ اس کو مکروہ سمجھتے ہیں، اس سے دور بھاگتے ہیں۔ چنانچہ اسی مضمون کی تشریح آگے ہے۔ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا جھوٹ کی ادنیٰ قسموں سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ لغو باتیں جھوٹ کی ایک قسم ہے لیکن بالکل معمولی سی قسم ہے تو جب وہ لغویات کی مجالس کو دیکھتے ہیں تو اس میں ان کو کوئی دلچسپی نظر نہیں آتی۔ مَرُّوْا كِرَامًا عزت کے ساتھ اپنا دامن بچاتے ہوئے وہاں سے گزر جاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو سچی توبہ کرنے والے ہیں اور اللہ کی طرف دوڑتے ہیں۔ پس جھوٹ سے بچنا اولیت رکھتا ہے تبتل اس کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ ہر دوسری چیز کو خدا کی خاطر آپ قربان کر دیں اور جھوٹ سے دامن نہ بچائیں تو باریک اصطلاح میں آپ مشرک ہی رہیں گے اور وہ لا الٰہ کی پہلی منزل ہی طے نہیں ہوگی جس کے بعد الا اللّٰہ اثبات ہوتا ہے۔

اس ضمن میں جھوٹ کی بہت ہی صورتیں، بہت سی قسمیں ہیں ان سے متعلق مختصراً میں آپ کے سامنے ایک ایک پہلو بیان کروں گا۔ ایک ایسا انسان ہے جسے روزمرہ عادتاً جھوٹ کی عادت ہوتی ہے۔ روزمرہ کی زندگی میں جھوٹ اس کی عادت بن جاتا ہے اور اسے خیال بھی نہیں آتا کہ میں جھوٹ بول رہا ہو۔ سچ شاذ کے طور پر اس کے منہ سے نکلتا ہے اور عام باتوں میں بیہودہ سرائی اور جھوٹ بولنا روزمرہ کی زندگی کا مشغلہ بن جاتا ہے۔ یہ ایسا شخص ہے جو غفلت کی حالت میں زندگی گزارتا ہے اسے جھوٹ سے نکالنا سب سے مشکل کام ہے۔ جن بری چیزوں کی عادت پڑ جائے اپنی نگاہ ان سے

غافل ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بیماریاں بھی جو موذی ہو جائیں۔ بیماریاں ہونے کے باوجود انسانی جسم ان سے غافل ہو جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ قادیان کے ایک سادہ مزاج انسان کا ذکر فرمایا کرتے تھے کہ اس کو بے خیالی میں بچپن سے عادت پڑی ہوئی تھی کہ ارادۃً نہیں مگر بے خیالی میں گالیاں دیتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اسے اپنے پاس بلایا اور کہا دیکھو میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم گالیاں بہت دیتے ہو تم ویسے تو ایک نیک انسان ہو اپنی زبان تو صاف کرو۔ تو اس نے بہت گالیاں دیں اس جھوٹے کو جس نے جھوٹ اس کی طرف منسوب کیا تھا۔ اس نے کہا بدبخت، بدنصیب، یہ وہ، فلاں اور فلاں، بڑا جھوٹ بولتا ہے جو کہتا ہے کہ میں گالیاں دیتا ہوں۔ آپ کو کسی خبیث نے جھوٹی اطلاع دی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے کہا ٹھیک ہے، ٹھیک ہے تمہارا کوئی قصور نہیں تم اس چیز سے باز آؤ۔

تو بعض عادتیں ایسا قبضہ کر جاتی ہیں کہ انسان کی اپنی نظر سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔ جوان عادتوں کو پالنے والا ہے، جس کے اندر جنم لے رہی ہوتی ہیں۔ جھوٹ جب یہ صورت اختیار کر جائے تو یہ سب سے خوفناک بیماری ہے جس سے کسی کو نکالنا بہت مشکل ہے۔ میں نے بھی اپنے روزمرہ کے تجربوں میں دیکھا ہے کئی فریق ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں ان کے جھگڑے آتے ہیں تو جس شخص کو جھوٹ کی عادت ہو تو اسے سمجھانا مشکل ہوتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے اور بعض عادی جھوٹے اتنے ہیں کہ اگر ان کو کہا جائے کہ جھوٹ بولتے ہو تو مشتعل ہو جاتے ہیں کہتے ہیں اور جو کچھ کہو مجھے جھوٹا نہ کہنا آئندہ سے کبھی، یہ میں برداشت نہیں کر سکتا اور یہ جو جھوٹ ہے یہ ہماری زندگی کی دوسری سرشت بن چکا ہے۔

اپنے ملک میں جا کے دیکھیں سیاست جھوٹی، تجارت جھوٹی، عدالت جھوٹی، زندگی کا کوئی شعبہ نہیں ہے جہاں جھوٹ جاری نہ ہو۔ روزمرہ کے تعلقات جھوٹے، ایک دوسرے سے محبت کے تذکرے جھوٹے۔ ہر بات بناوٹ پر جھوٹ پر مبنی ہے اور اسی وجہ سے قوم کو سمجھ نہیں آرہی کہ ہم کتنے بیمار ہو چکے ہیں۔ تو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ توبھی قبول نہیں ہو سکتی تمہاری اگر تم جھوٹ نہیں چھوڑتے اور سچی توبہ کرنے والا تو وہ ہے جو جھوٹ کے ثانوی درجے کو بھی چھوڑ دیتا ہے اور اس کے تیسرے، چوتھے، پانچویں درجے کو بھی چھوڑ دیتا ہے۔ یہاں تک کہ لغو بات براہ راست جھوٹ

نہیں ہے لیکن جھوٹ کی ایک قسم ہے وہ اس سے بھی اعراض کرتا ہے اور لغو مجلس کو دیکھتا ہے تو منہ موڑ کر عزت کے ساتھ اپنا دامن بچاتے ہوئے وہاں سے نکل جاتا ہے۔ تو ایک وہ جھوٹ ہے۔

دوسرا جھوٹ وہ ہے جو ضرورت کے وقت بولا جاتا ہے۔ اس جھوٹ میں لالچ کے نتیجے میں بھی انسان ملوث ہو جاتا ہے اور کسی خوف کے نتیجے میں بھی انسان ملوث ہو جاتا ہے اور اس مضمون کے بالکل برعکس ہے کہ یَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَّطَمَعًا (السجدة:۱۷) کہ **مومن وہ ہیں جن کو خوف ہو تب بھی وہ رب ہی کو پکارتے ہیں اور حرص ہو کوئی چیز پانے کی تب بھی اپنے رب ہی کو پکارتے ہیں۔** یہ ایک بہت اعلیٰ پہچان ہے اور بڑی قطعی پہچان ہے کہ کوئی انسان مؤحد ہے کہ توحید سے ہٹا ہوا ہے۔ **جب حرص کا موقع پیدا ہوا گر اس کا خیال اپنے رب کی طرف جائے اور ہر ایسی چیز سے صرف نظر کر لے خواہ کیسی ہی اس کی تمنا ہو جو خدا کے علاوہ کسی اور در سے ملتی ہو۔ جو خدا کو چھوڑ کر نصیب ہوتی ہو۔ یہ ایک مؤحد کی شان ہے اور جب خوف کا وقت آئے اگر اللہ کا خیال پہلے آیا ہے اور اسی کی طرف انسان جھکا ہے تو وہ مؤحد ہے** لیکن خوف کے وقت اگر دماغ میں یہ خیالات کروٹیں لینے لگتے ہیں کہ اس خطرے سے میں کیسے بچوں گا، کیا جھوٹا بہانہ بناؤں، کیا کیا سازشیں کروں، کس کا دامن پکڑوں، کس سے سفارش کرواؤں یہ سارے ایک مشرکانہ طریق ہیں جن کا توحید سے تعلق نہیں ہے۔

اب اس مضمون کو بھی آپ دیکھیں تو روزمرہ کی زندگی نے انسانی معاشرے میں یہ جھوٹ بھی پوری طرح چھایا ہوا ہے۔ یعنی جھوٹ کی اس قسم میں بھی بڑے، چھوٹے، اچھے، بُرے سارے ملوث دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض احمدی نوجوانوں کے متعلق بھی یہ دیکھ کر سخت تکلیف پہنچتی ہے۔ روزمرہ کی زندگی میں سچ بولتے ہیں اگر کہیں اپنا مطلب پیش آ جائے، چاہے Asylum لینا ہوں یا کسی خطرے سے کسی بدی سے بچنا ہو تو پہلے دماغ میں جھوٹ کی ترکیب آتی ہے کہ اچھا ہم یہ کرتے ہیں کہ پاسپورٹ بنوا لیتے ہیں اور جا کر کہیں گے کہ گم گیا تھا اور یہ کہہ دیں گے کہ ہم جرمنی سے نہیں آئے ہم تو سیدھا پاکستان سے آرہے ہیں۔ اگر جرمنی سے آئیں گے تو دوسرے ملک والے کہہ دیں گے کہ اس طرح تو تم پہلے جرمنی پہنچے تھے ان کا کام ہے Asylum دیں یا نہ دیں ہمارے پاس کیا کرنے آئے ہو۔ انگلستان آئے اور کسی اور جگہ پہنچے اور جا کے یہ بیان دے دیا کہ ہم تو سیدھا پاکستان سے آرہے ہیں۔ یہ ساری باتیں جھوٹ ہیں اور خدا کے سوا کسی اور کو رب بنانے والی بات ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ

قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا (حٰمٓ السجدہ:۳۱) وہ لوگ جو خدا کو رب کہتے ہیں اور پھر استقامت اختیار کرتے ہیں پھر کسی اور رب کی طرف نہیں جھکتے یہی وہ لوگ ہیں جن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو، تم غم نہ کرو۔ تم نے ٹھیک دامن پکڑا ہے۔ وہی رب ہے وہی رب اعلیٰ ہے اور وہی تمہاری ربوبیت کے سارے سامان کرے گا لیکن جب ایک انسان خدا کو چھوڑ کر جھوٹ کا دامن پکڑ لیتا ہے اور عملاً یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ ہمارا رب جھوٹ ہے اور اس جھوٹے خدا کے ذریعے ہمیں مشکلات سے نجات ملے گی۔ اب اس کا رستہ الگ اور خدا کا رستہ الگ پھر اگر وہ مصیبتوں میں پڑتا ہے تو وہ مصیبتیں بھی ابتلاء نہیں بلکہ ہلاکت کی مصیبتیں ہیں اگر اسے رزق بھی مل جاتا ہے تو وہ ایک بد اور بد بنانے والا رزق ہے۔ اس کا شیطان سے تعلق ہے اللہ تعالیٰ سے تعلق نہیں۔ کیوں اپنی زندگی کو تباہ کرتے ہیں ایک جگہ جھوٹا سجدہ کر دیں بعض دفعہ ساری زندگی کیلئے انسان توحید سے محروم رہ جاتا ہے۔ تو جھوٹ کی عبادت کرنا بہت ہی خطرناک شرک ہے اس سے ہر قدم پر بچنے کی ضرورت ہے اور خاص طور پر جب آزمائشوں کے دروازے سامنے کھڑے ہوں جن سے آپ چابی لگا کر بھی گزر سکتے ہیں، توڑ کر بھی گزر سکتے ہیں اس وقت اگر آپ توحید کا دامن پکڑیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو وہ چابی عطا فرمائے گا۔ جس سے آپ کی مشکلات کے دروازے کھل جائیں گے اور اگر آپ جھوٹ کا دامن پکڑیں گے تو ان دروازوں کو توڑ کر جس جنت میں جانا چاہتے ہیں اس جنت کی بجائے وہی دروازہ جہنم کی طرف لے جائے گا۔ اس لئے ضرورت کے وقت ایک انسان کی آزمائش ہوا کرتی ہے اور اسی کا نام استقامت ہے۔ عام حالات میں سچ بولنا اس کا استقامت سے کوئی تعلق نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ سچائی فطرت کا حصہ ہے۔ سچائی کے بغیر انسان اپنی فطری تقاضے نہیں پورے کرتا۔ میں نے پہلے بھی ایک دفعہ یہ مضمون سمجھایا تھا کہ سارے جانوروں کی دنیا میں سچ ہی سچ ہے۔ کوئی جانور جھوٹ نہیں بولتا اور جانور کے جھوٹ نہ بولنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اداؤں، اس کی حرکتوں اور اس کے ردعمل سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس بیچارے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ انسان ہے جس نے جھوٹ سیکھا ہے اور انسان ہی ہے جس کو خصوصیت سے ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جھوٹ سے بچو۔ اس لئے انسان جب جھوٹ بولتا ہے تو سوائے اس کے کہ کسی اور کو رب سمجھے اس کے جھوٹ کا کوئی مقصد نہیں

ہے، کسی اور کو اپنا بچانے والا سمجھے، تب جھوٹ بولتا ہے **اور یہ جو نیت کا فیصلہ ہے اس کو پہچانتا نہیں ہے، اس کو چالاکی سمجھتا ہے۔** کہتا ہے کیا خوب رہی۔ میں نے ایسی چالاکی کی کہ پتا نہیں لگنے دیا کہ کہاں سے آیا تھا لیکن یہ بھول گیا کہ اس چالاکی میں خدا کا رستہ چھوڑ گیا ہے۔ عجیب بیوقوفوں والی چالاکی ہے کہ ایک ایسی منزل پالی جو بالکل عارضی اور جو بے حقیقت اور بے معنی ہے اور ایک مستقل ٹھکانے کو قربان کر دیا۔

پس ہر وہ ابتلاء جس میں انسان کو سچ کی آزمائش ہو اس میں سچ پر ثابت قدم رہنا اور اس پر قائم ہو جانا خواہ کچھ بھی ہو اس کا نام توحید ہے اور تبتل کی ایک قسم ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ تبتل اختیار کرو اور اللہ کی طرف دوڑو تو مراد یہی ہے کہ ہر وہ چیز چھوڑ دو جو خدا سے دور لے جانے والی ہے۔ تو مضمون قرآن کریم نے کتنا سادہ اور صاف بیان فرما دیا ہے۔ اس میں کوئی باریک در باریک فلسفے نہیں ہیں۔ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا جو بھی چاہتا ہے کہ توبہ کرے، یعنی توبہ کرتا ہے اور نیک اعمال اختیار کرتا ہے فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا پس اس کے لئے سوائے اس کے چارہ نہیں ہے کہ وہ اللہ کی طرف جھکے اور اس کی طرف تمام تر جھک جائے۔

(مجھے اطلاع ملی ہے کہ کچھ خرابی ہے ٹیکنیکل جس کی وجہ سے وہ تصویر تو صاف جاری ہے لیکن آواز صاف نہیں جا رہی اس کا حل یہ کیا ہے کہ میں خطبہ لمبا کر دوں، خطبہ لمبا بھی کر دوں تو پہلے 15 منٹ کہاں جائیں گے۔ وہ تو بہر حال ہو چکے، مسئلہ تو حل نہیں ہوگا اور نہ ہی اس لئے خطبہ لمبا کر دوں کہ پہلے 15 منٹ آواز نہیں گئی یہ تو لغو بات ہے جو مضمون ہے وہی بیان کروں گا جتنا مناسب ہے ایک خطبہ میں اتنا ہی بیان کروں گا۔)

تو میں بتا رہا تھا کہ تبتـــــل کے کتنے صاف پاکیزہ معنی ہیں۔ قرآن کریم نے کھول کھول کر بیان فرما دیئے کہ جھوٹ نہ بولا کرو توبہ کرنی ہے تو جھوٹ کے ساتھ گزارہ نہیں ہو سکتا اور جھوٹ کی ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کو بھی ترک کر دو۔ ادنیٰ چیزیں جو ہیں جن کو لغو بیان فرمایا گیا ہے اس میں ہمیں ظاہر طور پر جو چیز دکھائی دیتی ہیں وہ گپ شپ ہے۔ عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ گپ ماردی جائے تو جھوٹ نہیں ہے اور لغو مجالس میں گپیں خوب چلتی ہیں۔ بعض دفعہ لوگ ایک دوسرے سے بڑھ کر مقابلے کرتے ہیں گپیں مارنے کے کیونکہ اس کے نتیجے میں وہ ہر دلعزیز بنتے ہیں اپنی طرف سے۔ بعض دفعہ ایک واقعہ سناتے ہیں اور واقعہ میں مزا کوئی نہیں تو سمجھتے ہیں کہ مزا پیدا کرنے کے لئے

کچھ نہ کچھ اپنی طرف سے یہاں لگانا ضروری ہے۔ بظاہر یہ ذاتی منفعت کے لئے نہیں ہے اور انسان سمجھتا ہے کہ اس میں تو کوئی ایسا جھوٹ نہیں ہے۔ یہ تو مجلس کا دل لگانے کی خاطر میں نے کیا لیکن اگر باریک نظر سے دیکھیں تو اس میں ذاتی منفعت ہی کارفرما ہوتی ہے۔ ایک شخص جب بات کرے جس میں لذت پیدا نہ ہو تو وہ نفسیاتی لحاظ سے الجھن محسوس کرتا ہے، سمجھتا ہے میرا وہ مقام قائم نہیں ہوا، میرا وہ رُعب قائم نہیں ہوا، میں نے مجلس کے دل نہیں جیتے اس لئے سچ سے نہیں جیتے جا سکتے تو جھوٹ سے ہی سہی۔ وہ پھر غلط بات کا اضافہ کر دیتا ہے۔ وہ جو اپنے آبا ؤ اجداد کے متعلق باتیں بیان کرتے ہیں یہی مقصد ہوا کرتا ہے کہ آبا ؤ اجداد میں خوبیاں نہ ہوں تو ہم بنا لیتے ہیں اور مقصد یہ ہے کہ ان کی بڑھائی ہماری طرف بھی منتقل ہو۔ تو ہر جھوٹ کا ایک مقصد ہے اور بغیر مقصد کوئی جھوٹ نہیں بولا کرتا۔

لغو باتیں جھوٹ کا عنصر رکھتی ہیں۔ لغو باتوں میں بھی ایک ذاتی منفعت کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے اور انسان ایک دوسرے پر چالاکیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے اور زیادہ چالاک اور زیادہ ہوشیار بن کر لوگوں پر ظاہر ہونا چاہتا ہے۔

جھوٹ کی ایک قسم ہے بہانے بنانا اور یہ بھی روزمرہ کی زندگی میں ملتی ہے اور بسا اوقات انسان کو جو سچ بولنے والا بھی ہو اس کو بھی محسوس نہیں ہوتا کہ میرا پہلا ردعمل ہے کیا۔ ایک شخص کسی ایسی حرکت میں پکڑا جاتا ہے جس سے اس کو خجالت ہوتی ہے، شرمندگی ہوتی ہے اور فوری طور پر اس کا نفس اس کے سامنے عذر گھڑ کے پیش کر دیتا ہے یہ کہہ دو، اس طرح اس کی توجیہہ کرو۔ ایک غلطی ہوگئی معمولی سی غلطی ہے کوئی سزا بھی اس کی نہیں ملنی لیکن انسان کا نفس اتنا اپنی عزت کا تحفظ کرتا ہے کہ جھوٹے بہانے کے ذریعے بھی تحفظ حاصل ہے تو وہ ضرور دے گا۔ چنانچہ ایک غلطی ہوئی اور فوراً دل نے بہانہ گھڑ لیا۔ اتنا بہانہ جُو ہے انسان کا نفس کہ آپ روزمرہ کی باتوں میں غور کریں تو کسی موقع پر آپ نے کیا بات کیوں کہی تھی؟ آپ حیران ہو جائیں گے کہ لاعلمی میں آپ جھوٹے بہانے بناتے رہے۔ کاموں کے دوران انتظامی معاملات میں میں نے بسا اوقات دیکھا ہے کہ کسی سے پوچھا جائے کہ میاں یہ کام یوں کیوں ہو گیا ہے؟ تو پہلا ردعمل اس کا بہانہ بنانے کا ہوتا ہے بہت کم ایسے صاف گو ہیں جن کو قطعاً اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ میری غلطی میری طرف منسوب ہوگی اور اس سے بچنے کا میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں اس کے باوجود وہ کھل کر صاف کہتے ہیں ہاں یہ میری غلطی ہے

مگر روزمرہ کی زندگی میں انسان بہانے بہت بناتا ہے اور بہانہ بنانا پھر رفتہ رفتہ اُچھل کر کھلے جھوٹوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ضرورت کے وقت جو جھوٹ بولنے والے لوگ ہیں وہ سب بہانہ جُو ہوتے ہیں۔کوئی ایسا شخص ضرورت کے وقت جھوٹ نہیں بولتا،جس کو بہانے بنانے کی عادت نہ ہو۔وہ شخص جو بہانوں سے پاک ہے اس کے لئے جھوٹ کی جڑیں ہی نہیں ہیں۔جو جھوٹ کی جڑیں ہوا کرتی ہیں انسانی فطرت میں جو کہ عام طور پر دکھائی نہیں دیتیں۔جو جھوٹ باہر دکھائی دیتا ہے اس کی اندر بھی ضرور جڑیں ہیں ان جڑوں کو تلاش کریں تو پھر آپ کو باہر سے جھوٹ سے بچنے کے ذرائع میسر آسکتے ہیں چنانچہ اس مسئلے پر غور کرتے ہوئے میری نظر بچوں تک پہنچی اور مجھے اندازہ ہوا کہ کیوں بعض ماں باپ آئندہ کیلئے جھوٹی نسلیں پیچھے چھوڑ جاتے ہیں حالانکہ وہ سچ کی تلقین کرنے والے لوگ ہیں اور مزاج کے سخت بھی ہوا کرتے ہیں،غلطیاں تو برداشت ہی نہیں کرتے اس کے باوجود ان کے بچے جھوٹے بن جاتے ہیں۔تو ایسے بعض بچوں کے حالات پر خاندانوں پر نظر رکھ کر مجھے یہ معلوم ہوا کہ حقیقت یہ ہے کہ **بچوں پر ناجائز سختی جھوٹ پیدا کرتی ہے۔اگر ایک بچے کو روزمرّہ یہ پتا ہو کہ مجھ سے پلیٹ ٹوٹ جائے گی تو جوتیاں پڑیں گی۔مجھ سے فلاں چیز غلط ہوئی تو گالیاں پڑیں گی یا مار پڑے گی یا مجھے ذلیل ورسوا کیا جائے گا۔وہ ہر وقت دل میں بہانے ڈھونڈتا رہتا ہے ذرا اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھو ہیں تم نے یہ کیا کیا وہ فوراً کوئی بہانہ بنا دے گا۔**پس بظاہر ماں باپ سچے ہیں،بظاہر ماں باپ غلطیوں کی سرزنش کرنے والے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس کے نتیجے میں ہم بہت ہی نیک اور پاک اولاد پیدا کر رہے ہیں لیکن یہ کوشش عملاً جھوٹی اولاد پیدا کرنے پر منتج ہو جاتی ہے۔جس قسم کی عمر ہے اس قسم کا سلوک ہونا چاہئے اگر چھوٹی عمر میں آپ کو اتنی سختیاں کرنے کا حق ہے اگر اللہ تعالیٰ آپ کو شریعت کا مکلّف بنا دیتا تو کون ہے آپ میں سے جو عذاب سے بچ سکتا ہے۔تبھی آنحضورﷺ نے سات سال کی عمر تک بچے کو نماز پڑھنے کیلئے سختی سے ہدایت دینے کی ہدایت نہیں فرمائی۔فرمایا سات سال کا ہو جائے پھر پیار اور محبت سے اس کو سمجھاؤ اور شامل ہو جائے تو ہو جائے،شامل نہ ہو تو نہ ہو۔دس سال تک اس سے یہ سلوک کرو یہاں تک نماز کا تعلق اس کے دل میں رائج ہو جائے،راسخ ہو جائے۔تب پھر اس پر تھوڑی بہت سختی شروع کرو(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ حدیث نمبر:۴۱۸)اور بارہ سال کے بعد جب وہ بلوغت کو پہنچتا ہے اس کے بعد اس کا معاملہ اور خدا کا معاملہ تم اس سے پیچھے ہٹ جاؤ۔

اس نصیحت میں گہری حکمتیں ہیں وہ لوگ جو بچوں سے چھوٹی باتوں پر سختی کرتے ہیں حالانکہ نماز کا ترک سب سے بڑی بات ہے۔ اس پر بھی آنحضورﷺ نے بہت ہی محدود عمر کے زمانے میں محدود پیمانے میں سختی کی ہدایت فرمائی ہے۔ ایسے لوگ، ایسے بعض باپ ہوں یا مائیں وہ بچوں کو تباہ کر دیتے ہیں اور بعض ایسے نوجوان میں نے دیکھے ہیں، نوجوان کیا بڑی عمر کے بھی ان کے بچپن کی ساری تصویر ان کے اس رجحان سے نظر آجاتی ہے تو بعد میں پوچھو یہ کیا ہوا؟ ایک دم دل میں خوف پیدا ہوتا ہے اور فوراً بہانہ بنانے کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ اس سے ان بیچاروں کا دردناک بچپن کا منظر سامنے آجاتا ہے کیا بیچاروں پر گزری ہوگی بچپن میں اپنے گھروں میں، کس طرح چھوٹی چھوٹی باتوں میں ماں باپ نے لعن طعن کی ہوگی یہاں تک کہ عادت پڑ گئی ہے جھوٹ بولنے کی۔ پس پہلے بہانے بنتے ہیں، پھر جھوٹ اور بہانے انسان کی نظر سے بعض دفعہ ایسی مخفی رہتے ہیں کہ اس کو پتا نہیں لگتا کہ بہانے کب جھوٹ کے بچے پیدا کر دیں گے۔ جس طرح اندھیرے میں بعض دفعہ سنڈیاں پلتی ہیں اور اس کے انڈے کچھ عرصہ تک پرورش پانے کے بعد تتلیوں میں تبدیل ہو جایا کرتی ہیں۔ تتلیاں تو پر کے ساتھ اڑتی ہیں مگر جھوٹ کی سنڈیاں بے پر کے اڑتی ہیں اور ساری سوسائٹی میں نفرتیں اور گندگیاں پھیلا دیتی ہیں۔ تو ہو نہیں سکتا کہ آپ جھوٹے ہوں اور خدا سے تعلق قائم ہو جائے۔ جھوٹے کا جھوٹ سے تعلق قائم ہوگا۔ اسی لئے جھوٹوں کی خوابوں پر اعتبار نہیں ہوتا۔ جب کوئی خواب سناتا ہے تو میری ہمیشہ اس بات پر نظر ہوتی ہے کہ اس کا اپنا مزاج کیسا ہے اگر وہ سچا اور صاف آدمی ہے تو اس کی خواب کو میں بہت عظمت دیتا ہوں اور وہ خواب سادہ ہی ہو اگر اور بسا اوقات بہت گہرے پیغام مل جاتے ہیں مگر جس کی روزمرہ کی زندگی کی عادت جھوٹ بولنا لغویات میں زندگی بسر کرنا ہے اس کو خواب بھی آئے گی تو ہوائے نفس کی۔ اس کا خدا تعالیٰ کے ساتھ شاذ سے تعلق ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کسی جھوٹے کو سچی خواب نہیں آسکتی ہے لیکن شاذ کے طور پر ہوتا ہے۔ اکثر جھوٹے کو جھوٹی خوابیں ہی آتی ہیں اور اکثر سچوں کو سچی خوابیں آتی ہیں۔ تو اس لئے تعلق باللہ کیلئے جھوٹ سے تبتل اختیار کرنا ضروری ہے تب اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہوگا۔

کچھ جھوٹوں کے لئے جو ایک اپنے ذاتی دفاع کے لئے نہیں بلکہ منفعتوں کیلئے بولے جاتے ہیں جیسا کہ میں نے مثال دی تھی۔ کسی جگہ کوئی فائدہ پیش نظر ہو اور سچ سے کام نہ بنتا ہو تو عام آدمی

بلا تکلف جھوٹ سے کام لینے لگ جاتے ہیں۔ وہ جو قسم ہے جھوٹ کی یہ بعض دفعہ بہت دور تک انسانی زندگی میں تلخیاں گھول دیتی ہے۔ خاص طور پر جب بیاہ شادی کا معاملہ ہو چنانچہ قرآن کریم میں بیاہ شادی کے موقع پر یعنی نکاح کے موقع پر پڑھی جانے والی آیات میں قول سدید اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ قول سدید کا مطلب یہ نہیں کہ سچ بولو۔ قول سدید کا مطلب ہے کہ سچ ایسا بولو کہ اس سے کسی غلط فہمی کا کوئی امکان نہ رہے۔ بعض دفعہ انسان سچ بولتا ہے لیکن سچ کے باوجود بھی غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض باتوں کو چھپا لیتا ہے اور ان کا ذکر ہی نہیں کرتا لیکن جو قول سدید ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر اس چیز کا ذکر کرو جس کا ذکر کرنا ضروری ہے تا کہ کوئی غلط تاثر پیدا نہ ہو۔ میں نے اکثر دیکھا ہے بیاہ شادی کے جھگڑوں میں قول سدید کی کمی سب سے زیادہ نقصان پہنچاتی ہے اور اس کے بعد پھر وہ لوگ ہیں جو سراسر جھوٹ سے کام لیتے ہیں ان کے جو بیاہ شادی کے معاملات ہیں۔ وہ تو شروع سے ہی شیطانی تعلقات سے پیدا ہونے والے ہیں اور ان سے کسی خیر کی توقع ہی نہیں کی جا سکتی۔ بعض مائیں ہیں اپنے بیٹے کیلئے رشتہ ڈھونڈنے نکلتی ہیں۔ دو کوڑی کمانے والا نہ ہو اس کے متعلق ایسی جھوٹی باتیں بتاتی ہیں کہ وہ فلاں جگہ دس ہزار روپے لے رہا ہے یہ عزت ہے اور یہ خاندان ہے۔ بعض دفعہ ایک لڑکے کی بات کرتی ہیں اور دوسرے لڑکے کی شادی کر دیتی ہیں۔ بعض دفعہ ایک لڑکی کی بات ہو رہی ہے اور دوسری لڑکی کی شادی ہو رہی ہے۔ جھوٹ، مکر، فریب، غلاظتیں، ایسا ذلیل معاشرہ پیدا کرتی ہیں کہ اس کی طرف دیکھنے سے کراہت آتی ہے اور پھر اس کے باوجود ان میں وہ لوگ ہیں، بہت کم سہی لیکن ہیں جو احمدی کہلانے میں فخر محسوس کر رہے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے مکر اور فریب اور ذلالت کے ذریعے تعلقات قائم کرتے ہیں جب ان کی توقعات پوری نہیں ہو سکتیں تو طعنے دیتے ہوئے یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ بھی احمدی ہیں دیکھ لو۔ مجھے طعنے دیتے ہیں کہ فلاں جگہ ہم نے شادی کی احمدی سمجھ کر اور ایسا نکلا۔ بعض دفعہ مجھے ان کو بتانا پڑتا ہے کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں آپ نے ہرگز احمدی سمجھ کر شادی نہیں کی تھی، احمدی سمجھ کر نیک خیال کرتے ہوئے نہیں کی۔ مجھے پتا ہے کہ آپ نے فلاں لالچ میں کی اور فلاں لالچ میں کی اور فلاں لالچ میں کی اور وہ لالچ الٹی پڑ گئی ہے تو اپنے آپ کو کوسنے کی بجائے آپ احمدیت کو کوسنے لگ گئے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مجھ پر ذمہ داری ڈال دی اب میں آپ کی غلطیوں کا خمیازہ خود بھگتوں یا جماعت بھگتے اور آپ کو کسی طرح اس مصیبت سے نجات ملے۔

بیاہ شادی کے جھگڑے جب بھی مجھ تک پہنچتے ہیں تو ان کا جب بھی باریک نظر سے تجزیہ کیا جائے ۔ الا ماشاء اللہ ضرور اس میں جھوٹ کی گندگی ملی ہوئی ہوتی ہے یا قول سدید سے انحراف تو ضرور ہوتا ہے ۔ قول سدید کا تقاضا یہ ہے کہ ایک لڑکا بیمار ہے اس کی بیماری نظر نہیں آرہی تو یہ کافی نہیں ہے کہ انہوں نے پوچھا نہیں اس لئے ہم نے بتایا نہیں ۔ قول سدید کا تقاضا یہ ہے کہ پوچھے یا نہ پوچھے جس کی بیٹی لینے جارہا ہو اس کو بتاؤ کہ میرے بیٹے میں یہ نقص ہے اور اسی طرح قول سدید کا تقاضا ہے کہ بیٹی میں مخفی نقص ہیں تو ہونے والے خاوند پر یا اس کے رشتہ داروں پر کھل کر بات وضاحت سے کر دی جائے کہ یہ اس میں نقائص ہیں اب اس کو دیکھ لیں اور اس کے باوجود قبول کرتے ہیں تو ٹھیک ہے ۔ جو لوگ قول سدید سے کام لیں ان کی شادیاں خدا کے فضل سے ہمیشہ کامیاب رہتی ہیں اور بعض ایسے آدمیوں کو میں جانتا ہوں جن پر ایک دوسرے کے عیوب خوب کھول دیئے گئے تھے ۔ اس کے باوجود انہوں نے قبول کیا ہے اور خدا کے فضل سے نہایت ہی اعلیٰ درجے کا جوڑ پیدا ہوا اور نہایت پاکیزہ ماحول پیدا ہوا یہاں تک کہ ہمارے یہاں مغرب کے معاشرے میں بعض بچیاں ایسی ہیں بیچاری کہ وہ کئی قسم کی گندگیوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں ۔ باہر سے آنے والے کسی نے شادی کی خواہش کی تو ان کی طرف سے بتا دیا گیا یہ یہ کمزوریاں ان سے ہو چکی ہیں آگے تمہاری مرضی ہے شادی کرنی ہے تو کرو چنانچہ بعض لوگوں نے مجھ سے پوچھا ۔ ان سے میں نے کہا کہ جب جیسے رسول اللہ ﷺ نے خبر دی **التائب من الذنب کمن لا ذنب له** (ابن ماجہ کتاب الزھد حدیث نمبر: ۴۲۴۰) جو گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے وہ ایسے ہے جیسے اس کا کوئی گناہ نہیں ۔ ایک طرف تم اس اسلام کے حسن کو دنیا میں پیش کرتے ہو ۔ دوسری طرف ایک ایسا شخص بڑی صاف گوئی کے ساتھ اور سچائی کے ساتھ اپنی سابقہ زندگی کو اسی لئے بتا رہا ہے صرف کہ تمہیں دھوکا نہ ہو کہاں ہو اور پھر تم منہ بنا کر دوسری طرف چل پڑو گے تو یہ جائز بات نہیں ۔

چنانچہ بعض احمدی لڑکوں کے متعلق میرے دل میں جن کی بڑی عزت ہے انہوں نے اس بات کو سنا میں نے کہا یہ فیصلہ کرو کہ نیک ہے کہ نہیں یہ بچی آپ کی ۔ جو ہو چکا وہ ہو چکا اور تمہیں اس سے تعلق قائم کرتے ہوئے انقباض تو نہیں ہوگا کوئی تم اس کے حقوق تو ادا کر سکو گے کہ نہیں ۔ اس کے بعد بے شک شادی کرو ۔ چنانچہ اللہ کے فضل سے یہ شادیاں ہوئیں اور بہت ہی کامیاب اور بہت ہی پاکیزہ معاشرہ پیدا ہوا ہے لیکن جہاں چھپایا جاتا ہے وہاں بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور بعض دفعہ اس

وقت چھپایا جاتا ہے جب کہ چھپانے کا حکم نہیں ہے اور اس وقت نہیں چھپایا جاتا جب چھپانے کا حکم ہے۔ سچ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر جگہ اپنی برائیوں کو آپ خود اچھالتے تھے یہ بھی گناہ ہے۔ مگر قول سدید کے تعلق سے جہاں سودے ہور ہے ہوں جہاں رشتے طے ہور ہے ہوں وہاں ضرور آپ پر فرض عائد ہو جاتا ہے کہ اس کمزوری کو ضرور ظاہر کریں جس کمزوری کے علم کے بعد فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس نے آپ سے سودا کرنا ہے کہ نہیں کرنا۔ اسی لئے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص پر وہ لعنت ڈالی جو گندم کی ڈھیری کے اوپر خشک گندم رکھ دیتا ہو اندر سے گیلی ہو۔ (ابن ماجہ کتاب التجارات حدیث نمبر: ۲۲۱۵)

چنانچہ عربوں میں دستور تھا کہ وہ گہرا ہاتھ ڈال کر دیکھا کرتے تھے جیسے دانے باہر ہیں ویسے اندر بھی ہیں کہ نہیں اور پنجاب میں تو اب بھی عام رواج ہے چاولوں کی بوری ہو، گندم کی جو سمجھدار لوگ ہیں بیوپاری وہ بعض جگہوں سے وہ گہرا سوراخ کر کے یا پیانے اندر ڈال کر اندر کا دانہ نکال کر دیکھتے ہیں۔ تو جہاں سودے ہوں وہاں آنحضرت ﷺ کی نصیحت یہ ہے کہ خود اپنے اندر کے دانے نکال کر دکھاؤ اور یہ بات معیوب نہیں بلکہ آپ کو پسند ہے **لیکن عام حالات میں اگر انسان ان باتوں کو ظاہر کرے جن پر خدا تعالیٰ نے پردہ پوشی فرمائی ہو اور ایسے لوگوں پر ظاہر کرے جن پر ظاہر کرنا اس کے لئے فرض نہیں ہے۔ یہ نیکی نہیں بلکہ گناہ بن جاتا ہے۔** اتنا حسین امتزاج ہے مختلف توازن کا، مختلف پہلوؤں کا کہ اسلام کی تعلیم میں بہت ہی حسین توازن پیدا ہو جاتا ہے۔ پس آنحضور ﷺ جہاں ایک طرف یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ جب بیاہ شادی کے موقع ہوں یا تجارت کے مواقع ہوں وہاں خود متعلقہ کمزوری کو نکال کر باہر پیش کیا کرو اور یہ سچائی ہے۔ وہاں آنحضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت ہے ”کہ میں نے خود آنحضورؐ کو فرماتے سنا کہ میری یہ ساری امت قابل بخشش ہے سوائے ان کے جو مجاہر ہے اور ہر بات کو اپنی ہر بدی سے ظاہر کرنے والے اور ستاری نہ کرنے والے ہیں یہ بات ستاری نہ کرنے کے مترادف ہے کہ انسان رات کو کوئی کام کرے اور پھر صبح ہونے پر پھر دوسروں کو بتاتا پھرے۔ (بخاری کتاب الادب حدیث نمبر: ۵۶۰۸)

پس وہ لوگ جو گناہ کرتے ہیں اور خود اپنے گناہوں سے پردے اٹھاتے ہیں ان کے اوپر آنحضور ﷺ نے لعنت ڈالی ہے، ان کو خطرناک مجرم قرار دیا ہے پس ان دو باتوں کو ملا کر غلط نتیجے نہ **نکالیں۔ جب میاں بیوی کی شادیاں ہو جائیں اس کے بعد میاں کا یا بیوی کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ پرانی**

باتیں جن پر خدا تعالیٰ نے پردے ڈالے ہوئے ہیں ان کو ایک دوسرے پر کھولیں۔ اگر کوئی ایسی بات ہے جس کے متعلق یہ خطرہ ہے کہ وہ بعد میں ظاہر ہوگی اور پھر تعلقات تلخ ہونگے اس لئے عقل کا تقاضا یہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیم بھی یہی کہتی ہے کہ پہلے ہی بات کھول دو لیکن بعض ایسے جہلاء ہیں جو اپنی اچھی بھلی شادی کو بالکل اپنے ہاتھوں سے برباد کر دیتے ہیں۔ چنانچہ آج کل میرے سامنے ایک معاملہ ہے ایک بیچاری سادہ مزاج بیوی جس کی زندگی اپنے خاوند سے بہت اچھی گزر رہی تھی اور ایسے معاشرے کی ہے جس معاشرے کی برائیاں اس طرح کی ہیں کہ وہاں بعض غلطیاں سرزد ہونا ایک روزمرہ کی زندگی کا حصہ ہے کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے۔ پتا نہیں اس بیچاری کو کیا خیال آیا کہ میں اور سچی بنوں اور ایک دن اپنے میاں کے سامنے اپنی وہ پرانی باتیں کر دیں جو خدا تعالیٰ نے مخفی رکھی ہوئی تھیں۔ اس دن کے بعد پھر وہ میاں اس کو دکھائی نہیں دیا اور اب اس کے خط آتے ہیں کہ میں کیا کروں۔ بہت ہماری محبت تھی، بچے ہیں بچوں سے بڑا پیار تھا لیکن وہ متنفر ہو کر مجھ سے بھاگ گیا ہے۔

تو شادی بیاہ کے پہلے خاص احتیاط کے ساتھ اپنی بعض ایسی کمزوریوں کو پیش کرنا جن کے متعلق یہ خیال ہو کہ اگر براہ راست علم ہو تو سخت نقصان پہنچے گا۔ یہ تقویٰ کے خلاف نہیں بلکہ تقویٰ کے عین مطابق ہے لیکن اگر خدا نے پردے ڈھانپے ہوں تو کئی بدیاں ہیں جو چھپی ہوئی غیروں کے سامنے نہیں ہیں تو ان کی تشہیر کرنا تو بہت ہی پرلے درجے کی حماقت ہے بلکہ خودکشی ہے اور یہ بیماری بعض مواقع پر انفرادی نقصان پہنچاتی ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات میں ایسی باتیں بے وجہ کھولنا جو ماضی کا حصہ بن چکیں دفن ہو گئیں یہ نیکی نہیں بلکہ بے وقوفی ہے لیکن بعض دفعہ یہی چیزیں جو ہیں جو معاشرے میں عام گند بن کر پھیل جاتی ہیں اور غالباً یہی بڑی حکمت ہے جس کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے مجاہر کو نہایت ہی ظالم اور گناہ گار قرار دیا ہے وجہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے بدیوں سے شرم نہیں کرتا وہی ہے جو باہر بیٹھ کر یہ باتیں کرتا ہے اور بظاہر سچ بول رہا ہے لیکن ایسا سچ ہے جو خدا کے نزدیک جھوٹ سے بھی بدتر ہے۔ اس میں دو گناہ ہیں ایک یہ گناہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ستاری کے پردے کو خود اپنے ہاتھوں سے چاک کر رہا ہے اور دوسرا گناہ یہ ہے کہ ایسی باتوں سے معاشرہ گندہ ہوتا ہے۔ وہ نوجوان جن کی مجالس میں یہ باتیں ہوں کہ رات ہم نے یہ گناہ کیا، رات یہ بدمعاشیاں کیں، فلاں جگہ ہم نے یوں کیا۔ وہ ایک تو بے حیائی کے اور خدا کی ستاری کے پردہ چاک کرنے کے مرتکب تو ہیں ہی لیکن وہ نسبتاً کم گناہ گار جن کی مجلس

میں بیٹھے ہوتے ہیں ان کے دلوں میں گناہ کے ولولے بھر دیتے ہیں، بڑے ان کے دلوں میں جوش پیدا ہوتے ہیں، بڑی امنگیں پیدا ہوتی ہیں کہ اچھا ہم بھی یہی کر کے دیکھیں گے۔

پس آنحضورﷺ کو جو دین عطا ہوا ہے نہایت ہی متوازن ہے اور اس کی ایک ایک بات میں بڑی گہری حکمت ہے۔ پس آنحضورﷺ نے بڑا احسان فرمایا جب ایک طرف قول سدید کا حکم ہے دوسری طرف مجاہر کے مضمون کو خوب کھول کر سامنے پیش کر دیا۔ دیکھو مجاہر نہ بننا اس سے تم بھی گناہ گار ہو گے خدا کے ناشکرے بنو گے اور سوسائٹی میں فحشاء پھیلا دو گے۔

میں نے اس پر غور کیا تو مجھے سمجھ آئی ایک بات کی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے لئے دل سے بے حد محبت کے درود نکلے کہ ان کی قربانی ساری امت کیلئے ہمیشہ کتنی کام آئی ہے۔ اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے بعض حقوق قائم فرمائے ہیں ان میں ایک حق ہر شخص کے اپنے نفس کا حق ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی کو حق نہیں ہے کہ کسی پر الزام لگائے اور وہ اگر الزام لگاتا ہے تو اس کا ہر گز فرض نہیں ہے کہ وہ اس کا انکار بھی کرے۔ چنانچہ اگر کوئی کسی شخص پر الزام لگاتا ہے، اس نے زنا کیا اس نے یہ گند کیا اس نے وہ گند کیا۔ اگر وہ گواہ پیش کرتا ہے جیسا کہ قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے تو معاملے کی چھان بین ہوگی۔ ورنہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے یعنی بظاہر سچ بھی بولا ہو تب بھی خدا کے اس قانون سے وہ جھوٹا نکلتا ہے اور جس پر الزام لگایا گیا ہے اس کو کوئی اسلام کی عدالت یہ مجبور نہیں کر سکتی کہ وہ انکار بھی کرے۔ اس کے نتیجے میں خدا نے ستاری کا ایک عجیب پردہ ڈال دیا ہے۔ ساری امت کے کمزوروں پر ایک عظیم الشان ستاری کا پردہ ہے کہ گناہوں سے بچو لیکن اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہوں تو جب تک وہ گناہ اچھل کر منظر عام پر نہیں آتے کہ خدا کی ستاری کا پردہ پھاڑ کر باہر نہیں آتے۔ **اس وقت تک کسی کو حق نہیں ہے خدا کی ستاری کا پردہ پھاڑ کر، جھانک کر تمہارے اندر دیکھے۔ صرف عورت کو حق ہے اور صرف مرد کو حق ہے جو میاں بیوی ہوں۔** ان کے لئے فرض نہیں ہے کہ وہ گواہ اکٹھے کرتے پھریں۔ ان کو خدا نے حق دیا ہے اگر عورت مرد کو گناہ گار سمجھتی ہے تو لعان کر سکتی ہے کہ وہ چار دفعہ قسمیں کھا کر کہہ سکتی ہے کہ میرا خاوند اس گند میں ملوث ہے اگر وہ چار دفعہ قسمیں کھا کر انکار نہیں کرتا تو وہ اس پر جرم کی سزا عائد ہو جائے گی۔ یہی حال عورت کا ہو گا اگر مرد جس پر یہ الزام لگائے۔ تو میاں بیوی کے درمیان استثناء رکھا گیا ہے اس میں اپنی ذات میں بہت گہری حکمتیں ہیں اور عام سوسائٹی میں یہ جو مجاہر کا لفظ

آنحضورﷺ نے بیان فرمایا ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے قطعی ہدایت ہے کہ کسی کو حق نہیں ہے کہ اپنی بدیوں کو خود اچھالے۔

پس عام حالات میں جہاں نہیں اچھالنے کا حق ہوتا ہے وہاں لوگ اچھالتے ہیں اور مجاہر بن جاتے ہیں اور جہاں اپنے فائدے مقصود ہوں وہاں اپنی ایسی بدیوں پر پردے ڈالتے ہیں جن پر پردہ ڈالنا گناہ ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں غلط ثابت ہو سکتے ہیں۔ پس موقع محل کے مطابق کیسی پاکیزہ سچی تعلیم ہے اور ہر موقع کے تقاضوں کو پورا کرنے والی ہے۔

جھوٹ سے پرہیز لازم ہے لیکن جھوٹ کی اس تعریف کو پیش نظر رکھیں جو قرآن کریم کے نزدیک جھوٹ ہے۔ وہی جھوٹ کہلائے گا اور جس باریکی سے قرآن کریم نے جھوٹ کی وضاحت فرمائی ہے مختلف حالات میں جھوٹ کی تعریف فرمائی ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے **جھوٹ سے کلیۃً پرہیز کرنا توحید کامل سے تعلق جوڑنے کی اہلیت عطا کرتا ہے۔**

اس مضمون کو سمجھنے کے بعد اب میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں۔ **ہر وہ احمدی جس تک میری یہ آواز پہنچے یا تحریک پہنچے کہ وہ روزمرّہ کی عادت بنالے جب بھی اس پر کوئی حملہ ہو یعنی اس کے کردار پر، اس کی ذات پر، اس کی نیتوں پر، اس کے کسی جرم کی نشاندہی کی جارہی ہو تو اچانک خود بخود ردعمل ہوتا ہے بات کرنے سے پہلے اس کا جائزہ لے لیا کرے، بات کرنے سے پہلے ذرا ٹھہر جایا کرے اور اپنے نفس کا جائزہ لے کر دیکھتے تو سہی تو کیا کر رہا تھا۔** اکثر اوقات آپ اس کو بہانہ تلاش کرتے ہوئے موقع پر پکڑ لیں گے۔ رنگے ہاتھوں جس طرح پکڑا جاتا ہے آپ کا نفس آپ کے سامنے فوراً آجائے گا۔ اوہ ہو میں تو صرف جھوٹی باتیں بیان کر رہا تھا اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو وہ جھوٹ بن کر باہر آجائے گا اور پھر آپ کے لئے مفر نہیں ہوگی بعض دفعہ ایک جھوٹ بولا جاتا ہے، کبھی دو جھوٹ بولے جاتے ہیں، کبھی تین جھوٹ بولے جاتے ہیں، کبھی چار بولے جاتے ہیں۔ پھر جھوٹوں کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔ یہ بالارادہ کوشش کہ جھوٹ کی جو مخفی پناہ گاہیں ہیں وہاں بھی جھوٹ کو پناہ نہیں لینے دوں گا۔ اپنے نفس کے اندر بھی جو وساوس کی صورت میں جھوٹ پلتا ہے یا بہانوں کی صورت میں جھوٹ پلتا ہے۔ میں اس کو ننگا کروں گا، اپنی نگاہ میں ننگا کروں گا۔ ضروری نہیں کہ اس کو آپ باہر اچھال کر لوگوں کے سامنے لائیں اپنے سامنے اس کو اچھالا کریں، گہری نظر سے اس کا مطالعہ کریں۔ تو پھر آپ وہ

سفر اختیار شروع کر دیں گے جو توحید کی طرف سفر ہے، جو تبتل کا سفر ہے۔

اس ضمن میں کچھ اور احادیث نبویہ ہیں کچھ، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات ہیں وہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اگلے جمعہ میں پیش کروں گا کیونکہ مضمون ایسا ہے اس کا بہت ہی گہرا انسانی سوسائٹی سے تعلق ہے یہ وہ بت ہے جو انسان اگر توڑے بھی تو پھر نئے بنا دیتا ہے۔ یہ ایسے بت ہیں جھوٹ کے کہ ہر انسان کے اندر کے کارخانے لگے ہوئے ہیں۔ **روز کی زندگی میں ضرور انسان ایسے حالات سے گزرتا ہے** جبکہ وہ اپنے نفس میں جھانکے تو وہ پکڑا جائے گا کہ وہ جھوٹ کے بت تراش رہا تھا۔

عام تعلقات کے معاملے میں کسی کو دیکھا تو کہہ دیا کہ میں آپ ہی کی طرف جارہا تھا، مجھے آپ کا ہی خیال آرہا تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں، مہمان نوازی کے تقاضے پورے ہو رہے ہیں تو غلط بات پیش کر کے اپنا اچھا اثر جمانے کی کوشش کرنا۔ دل کہہ رہا ہو کہ یہ تو مصیبت بنا ہوا ہے اور زبان کہہ رہی ہے کہ شوق سے آپ نوش فرمائیں، آپ ہی کی چیز ہے۔ یہ روزمرہ کے جھوٹ ہیں، میں آپ کو سمجھا رہا ہوں کہ عام گھروں میں، عام ذہنوں میں، عام روزمرہ کے حالات میں جھوٹ پلتے ہیں اور خود گھڑے جاتے ہیں اور دکھائی نہیں دے رہے ہوتے۔

ایک دفعہ کہتے ہیں کہ ایک دعوت کے موقع پر گلاب جامن کسی کے ہاں بہت اچھے بنے ہوئے تھے تو کسی عورت نے کہا کہ بہت اچھے گلاب جامن ہیں میں نے چھ کھائے ہیں بہت مزیدار تھے تو میزبان نے کہا اور کھائیں شوق سے، کھائے تو آپ نے بارہ ہیں مگر گنتا کون ہے۔ تو وہ دونوں جھوٹ بول رہے تھے اس کا شوق سے کھانا کہنا ہی جھوٹ ہے کہ جو گن رہا ہے کہ میرے مہمان نے بارہ گلاب جامن کھالئے اس کا دل ہر گلاب جامن پر کُڑھ رہا تھا اور اس نے تعریف کرتے ہوئے اپنے زیادہ کھانے پر پردہ ڈالا اس نے بھی جھوٹ بولا اور یہ ایک لطیفہ ہے لیکن لطیفہ دونوں طرف جھوٹ کے گند رکھتا ہے اور ہماری روزمرہ کی زندگی میں عام باتیں ہیں۔ اس کی اتنی مثالیں ہیں کہ اگر اس کی مثالیں بیان کرنی شروع کی جائیں تو ایک دن کے روزمرہ کے حالات انسان کے سامنے آتے ہیں اس پر گھنٹوں کی بحث ہوسکتی ہے مگر میں نے مثال دی ہے آپ کو۔ بہت باریک اور لطیف جھوٹ کے بہانے آپ کا دل گھڑتا رہتا ہے اور ابتدائی حالت میں یہ دکھائی نہیں دیتے مگر ایک دفعہ یہ بن جائیں تو پرورش پاتے اور پرورش پا کر

پھر باہر نکلتے ہیں، بڑی بھیانک شکل میں باہر نکلتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے کو جھوٹ سے کلیۃً پاک کر دے پھر کیونکہ جھوٹ کو چھوڑے بغیر نہ ہم موحد بن سکتے ہیں نہ دنیا کو توحید عطا کر سکتے ہیں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آج دنیا کی نجات صرف اور صرف توحید سے وابستہ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جن الفاظ میں خدا تعالیٰ نے فرمایا انہی الفاظ میں میں آپ کی روحانی اولاد کو مخاطب ہو کر کہتا ہوں۔ **خذو التوحید التوحید یا ابناء الفارس** (تذکرہ:۱۹۷) اے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی ابنائے فارس توحید کو مضبوطی سے پکڑ لو، توحید کو مضبوطی سے پکڑ لو کیونکہ اسی میں دنیا کی اور اسی میں ہماری نجات ہے۔